

ہجرت مدینہ

www.sirat-e-mustaqeem.net

ہجرت مدینہ

www.sirat-e-mustaqeem.net

ہجرت مدینہ

حکیم عبدالرؤف داکٹر لدی اپنی کتاب احسیر میں مٹا پر ہجرت مدینہ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔
 جب کفار نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ چلے گئے۔ اپنا مال و متاع اور اپنے ذراری و اطفال کو بھی
 ساتھ لے گئے، اور اس خزع کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ ان کے ساتھ ہیں۔ تو ان
 کو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سخت خطرہ ہوا۔ سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہو گئے۔
 اور یہ ان کا ایسا زبردست اجتماع تھا۔ کہ کوئی اہل الرائے ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو، ان کا
 اصلی سردار بلدیس ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی مختلف تدبیریں
 کی گئیں۔ سب کو اس شیخ کبیر نے ناپسند کیا۔ آخر ابو جہل نے یہ تدبیر پیش کی۔ کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا
 اور ان سب کو تلوار دی جائے۔ یہ سب مل کر بیک ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دیں۔ اس
 طرح ان کا دم بہت سے قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور تمام قبائل کا بنی عبد مناف مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالفرض
 اگر انہوں نے دیت پر جا ہی تو ہم سب مل کر دیت ادا کر دیں گے۔ بڑھے شیخ نے اس رائے کو پسند کیا اور
 یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریلؑ منبر لے کر
 لائے۔ کفار کے مشورے کی خبر دی۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ اور

فرمایا کہ آج رات کو اپنے بستر پر نہ سوتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھک دوپہر کے وقت جا کر حضرت
 سیدینؑ کو ہجرت کی خبر دیدی تھی۔ شب کے وقت کفار دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور مکان گھیر لیا۔ آپ نے
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی وجعلنا من بین یدینہم سدا
 الآئینہ۔ اور ایک مٹھی بطحا کی خاک لے کر پھینکی۔ جو تمام کفار کے سروں پر پڑی۔ اور آپ نکل کر چلے گئے۔ کسی کا نہ

آپ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیقؓ کے دروازے سے ان کے مکان میں گئے اور حضرت صدیقؓ کو ساتھ لے کر دوسری طرف کھڑکی کے راستے روانہ ہو گئے۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع تھے۔ ایک شخص نے اگر کہا کلاب کیا کر رہے ہو، وہ تو تہارے سردی پر ناک ڈال کر چلے بھی گئے۔ کفار نے دیکھا تو سب کے سردی پر ناک تھی۔ وہ صاف کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر غار ثور پر پہنچے اور تین دن تک اس میں رہے۔ مکرئی نے جلالتن دیا۔ پرندوں نے اس پرانے دیئے۔ کفار تلاش میں غار کے منہ تک پہنچے۔ مگر خدا نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ امیر السیرۃؓ

یہ ہجرت کے واقعہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو مکہ سے غار ثور تک کے واقعات پر مبنی ہے۔ اس حصہ میں خاص طور پر چند امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سب مدینہ چلے گئے تھے۔ اور اپنا مال و متاع بھی ساتھ لے گئے تھے۔

۲۔ ہجرت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے گھر دوبارہ تشریف لے گئے۔ ایک بار عین دوپہر کے وقت، اور ایک بار رات کے وقت حلت میں صرف اطلاع دینے تشریف لے گئے تھے۔

۳۔ آپ نے ہجرت رات کے وقت اپنے گھر سے فرمائی۔

۴۔ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو ملایا۔

۵۔ کفار نے آپ کے خلاف قتل کا منصوبہ تیار کیا جس میں نبی عہد مناف کے علاوہ تمام قریش کے با اثر اشخاص شامل تھے۔

۶۔ سب نے آپ کے مکان کو گھیر لیا۔ لیکن آپ انھیں سردی پر مٹی ڈال کر چلے گئے۔

۷۔ غار کے منہ پر مکرئی نے جال اتنا۔ اور پرندوں نے نائے دیئے۔

۸۔ ابو بکرؓ کے گھر سے غار ثور تک کے تمام واقعات کا کوئی ذکر حکم صاحب نے نہیں کیا۔

یہ تمام واقعات طبری اور ابن سعد میں واقعہ اور ابن ہشام میں محمد بن اسحاق سے مروی ہیں۔ جن کا

تفصیل علیہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لیکن عقلی طور پر بھی یہاں چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ ان تمام واقعات کا مشاہدہ کرنے والا کون تھا؟ ابن اسحاق اور عاقدی اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

۲۔ ابو بکرؓ کے گھر سے لے کر غار ثور تک کے تمام واقعات جن کا تعلق حضرت ابو بکرؓ اور ان کے گھرانے سے ہے۔ انہیں حکم صاحب نے کیا اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ سبائی حضرت ابو بکرؓ اور ان کے خاندان کی حیثیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں، اس کی تکمیل کی جاسکے۔

۳۔ حضور کے گھر میں اُس وقت حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ، آپ کی ذاتی حضرت ام ایمنؓ، آپ کی

زویہ محترمہ حضرت سوداؓ اور آپ کے سببی حضرت اسامہ بن زیدؓ موجود تھے۔ گھر میں تنہا حضرت علیؓ نہ تھے۔

اور اہل عرب نہ ان مکان میں داخل نہ ہوتے تھے۔ ورنہ گھر گھیرنے اور پوری رات باہر کھڑے رہنے کی کوئی

ضرورت نہ تھی۔ پھر حضرت علیؓ کو بستر پر لٹانے سے بجز افساد تراشی کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ آپ کی

روایت کی اطلاع تو صبح کے وقت کسی دیکسی سے ہو سکتی تھی۔

۴۔ اس کہانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرت رات کے وقت ہوئی۔ حالانکہ اہل مکہ ہمیشہ رات ہی

میں سفر کرتے۔ اور رات ہی میں ان کا کاروبار ہوتا جیسا کہ آج تک مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں نظر آتا

ہے۔ کہ اہل عرب زیادہ تر رات جاگ کر گزارتے۔ اور دن میں سوتے ہیں۔ اس لحاظ سے رات کا وقت آمدت

کا وقت تھا اور ہجرت کے لئے انتہائی خطرناک وقت۔ مناسب تو یہ تھا کہ ہجرت دوپہر کے وقت کی جاتی۔

جب گئی کی شدت کے باعث لوگ گھروں میں بند ہوتے۔ اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آیا ہے جیسا کہ صحیح

بخاری میں آ رہا ہے لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو سبائی و انسین کیسے تیار ہوتیں۔

۵۔ اگر مٹی ڈالنے سے مقصود تھا کہ وہ دیکھ نہ سکیں تو پھر تو مٹی آنکھوں میں ڈالنی چاہیے تھی۔ مٹی پر مٹی

ڈالنے سے اس کے علاوہ اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے کہ دشمن ہوشیار ہو جاتے اور چاروں طرف

آنکھیں بھاڑ کر دیکھنے لگے۔

۶۔ حکیم دانا پوری صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ حضورؐ سے قبل تمام صحابہ اپنا مال و متاع لے

کر ہجرت کر گئے تھے۔ قرآن کی خدمت میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ سب ہی نے ہجرت نہ کی تھی۔ اور متعدد

افراد اور جوئی کفار کے گھروں میں مصروف تھے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صحابہ اپنا مال و متاع لے کر چلے گئے تھے۔ تو کاش حکیم صاحب قرآن ہی کھول کر دیکھ لیتے۔ وہ ہمارے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔
الَّذِينَ اخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وہ لوگ جو اپنے شہروں اور اپنے ممالک سے نکال دیئے گئے۔

اور تائید کے لئے اس پر غور کر لیتے کہ پھر انصار سے ان کے بھائی چارے کی کیا ضرورت تھی اور انصار نے جو اپنے گھور کے درخت، انہیں پیش کئے اس کی کیا ضرورت واقع ہوتی تھی اور ان تمام واقعات کی تفصیل خود حکیم صاحب نے بیان کی ہے۔ یہ تمام امور اس کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ تاریخ کا ہرگز مقصود یہ نہیں بتانا کہ گئے پیچھے سے انہیں بند کر لی جائیں۔ اور عقل کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ یہ کام تو کسی شخص کر سکتا ہے جس کے پیش نظر کوئی خاص غرض منسوب ہو۔

اس سے قبل کہ ہم اس واقعہ کی حقیقت پیش کریں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک و ہند کے سب سے بڑے مؤرخ علامہ شبلی مرحوم کا نقطہ نگاہ بھی پیش کر دیا جائے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

نبوت کا تیر ہوا سال شروع ہوا۔ اور اکثر صحابہ مدینہ پہنچ چکے تو وحی الہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ کا عزم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پرانے ہے۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے باوجود اختصار پسندی کے اس کو خوب پھیلا کر لکھا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس وقت آٹھ برس کی تھیں لیکن ان کا بیان درحقیقت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ ان ہی سے سن کر کہا ہو گا اور ابتداء واقعات میں وہ خود بھی موجود تھیں۔

قریش نے دیکھا کہ اب سلمان الدین میں جا کر طاقت بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اس بنا پر انہوں نے دارالندوہ میں جو دارا شوری تھا۔ اجلاس عام کیا۔ پر قبیلہ کے رؤساء یعنی عقبہ بن ابوسفیان، جبر بن مطعم، نضر بن حارث بن کلاب، ابوہریرہ بن ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب، حکیم بن خزیمہ، ابوہریرہ، نبیہ، عقبہ اور اسید بن خلف وغیرہ سب شریک تھے۔ لوگوں نے مختلف رائے پیش کیں۔ ایک نے کہا محمدؐ کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا جلا وطنی تحقیق سے ثابت ہو گیا ہے کہ آپؐ کی عمر شریف ستہ سال یا اس سے زیادہ تھی۔

کرنا کافی ہے۔ ابوہریرہ نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر لوگوں سے ان کا تھا کر دے۔ اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور ان کا شتم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اس خیر رائے پر اتفاق ہو گیا۔

اہل عرب زمانہ مکان کے اندر گھسنا مجرب سمجھتے تھے اس لئے باہر بھرے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں تو یہ فرض واد کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی۔ تاہم آپؐ کی دیانت پر برا اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپؐ کے پاس لا کر رکھتا تھا۔ اس وقت بھی آپؐ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپؐ کو قریش کے ارادے کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی اس بنا پر حضرت علیؓ کو فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے ہنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا حضرت علیؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپؐ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر خواب قتل گاہ کی زمیں ہے۔ لیکن فاجر خیر کے لئے قتل گاہ فرشتہ لگ تھا۔

شبلی مرحوم نے اوپر یہ دعویٰ کیا تھا کہ چونکہ ہجرت کا واقعہ صحیح بخاری میں بالتفصیل موجود ہے اس واقعہ کو صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں تو ہم اللہ کو حاضر ناظر مان کر اور اس کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں سے ایک لفظ بھی صحیح بخاری میں موجود نہیں۔ ہاں ان کی اس داستان سرائی سے جس کے اصل بانی ابن اسحاق اور واقعی ہیں چند سوالات ضرور ذہن میں آتے ہیں۔

۱۔ جب اہل عرب زنا خانے میں داخل ہونے کو معیوب تصور کرتے تھے۔ تو حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹانے اور انہیں چادر اوڑھنے میں کیا حکمت پوشیدہ تھی۔ اور گھر میں ان کے لئے کیا خطرہ ہو ہو سکتا تھا جو اسے بلا وجہ توہانہ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ سبائیوں کے پیش نظر تو انہیں شکل کشا بنانا تھا لیکن اہل سنت کے پیش نظر آخر کیا ہے۔ جو انہیں یہ قلابا زیاں کھانے کی ضرورت پیش آئی۔

۲۔ حکیم عبدالرؤف نے مجلس شوریٰ کے اجلاس سے بنو عبد مناف کو علیحدہ کیا تھا۔ آپ نے بڑا نام کو۔ ان دونوں جملوں سے بہت بڑا فرق واقع ہوتا ہے۔ حکیم عبدالرؤف کے بقول اس اجلاس میں عقبہ، ابوسفیان اور زمعہ بن الاسود بن العطلب شریک ہی نہ تھے۔ کیونکہ ان تینوں کا تعلق بنو عبد مناف سے تھا۔ اور علامہ شبلی نے ان تینوں کا نام فہرست میں شامل کیا ہے۔ اور اتفاق سے دونوں حضرات نے اس فہرست کے لئے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ گویا یہ فہرست تو خود ساختہ ہے اس دور کے جتنے افراد کے نام ذہن میں آتے تھے لکھتے گئے۔ اور اس کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ اس فہرست میں حکیم بن حزام کا نام بھی موجود ہے۔ حالانکہ شبلی نے خود مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ یہ زید بن عمرو بن نفیل سے متاثر تھے۔ اسی لئے بت پرستی سے نفرت کرتے تھے حضور کے ہمین کے دوست تھے جنگ بدماہوں نے رکوٹے کی کوشش کی تھی اور جب حضور شعب بنی ہاشم میں محصور تھے تو یہ چھپ کر غلہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک جانب تو حالت کفر میں بھی ان کی یہ خوبیاں گنوائی جائیں۔ اور انہیں حضور کا دوست ثابت کیا جائے۔ دوسری جانب منصوبہ قتل میں ان کا نام شامل ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص مقصد کے تحت ہمارے مؤرخین نے ان کا نام شامل کیا ہے۔ شبلی مرحوم آگے لکھتے ہیں۔

ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ کے گھر پہنچے۔ دوسرے موافق دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کچھ شور نہ کرنا۔ سب کو ہٹا دو۔ بولے کہ یہاں آپ کی حرم کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے نہایت یتیمانی سے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا مجھ کو بھی براہی کا شرف حاصل ہوگا۔ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت کے لئے چار بیٹے سے دوا و منیالیں بولی کہ پتیاں بھلا بھلا کر تیار کی تمہیں عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں۔ حسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ ارشاد ہوا اچھا مگر بہتیت حضرت ابو بکرؓ نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہؓ اس وقت کم سن تھیں۔ ان کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ نے جو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی والدہ تھیں۔ سفر کا سامان کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں

رکھا۔ اتفاق جس کو عورتیں کر سکتی ہیں۔ پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا۔ جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات انصافین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نے یہ پیرا گراف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ لیکن صحیح بخاری کے ابتدائی الفاظ میں یہ ملاحظہ کیے۔ کیونکہ بخاری میں تو اسی دن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسی وقت ابو بکرؓ کے گھر سے ہجرت شروع ہو گئی۔ شبلی نے ابو بکرؓ کے گھر جانے اور اس تمام گھٹک کو دو تین دن قبل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ تاکہ صحیح بخاری کا نام بھی باقی رہے۔ اور واقعی وہ ابن اسحاق کی داستان بھی ہاتھ سے نہ جاتے۔ دراصل اس مقام پر علامہ شبلی نے دو کشتیوں میں پاؤں ٹکارتے ہیں یعنی حدیث اور تاریخ۔ اور چاہتے ہیں کہ کوئی کشتی قابو سے باہر نہ ہو۔ لیکن اس کام کے لئے تاریخی داستان کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تو وہ ہرگز تیار نہیں۔ بلکہ اس کی بقا کے لئے جو بجا حدیث میں ضرور تحریف سے کام لیا ہے۔

ایک جانب تو یہ سطر حقیقت ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ آپ کے ساتھ تھے اور راہ کے تمام واقعات حضرت عائشہؓ نے ان ہی سے نقل کئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپؐ نے اپنے گھر سے ہجرت کی تھی۔ تو ابو بکرؓ کس وقت، اور کہاں آپ سے آکر ملے۔ حکیم عبدالرؤف نے اس کا یہ حل نکالا کہ رات کو دوبارہ حضور کو حضرت ابو بکرؓ کے گھر بھیجا۔ تاکہ آپؐ وہاں سے نادرہ لے سکیں اور سواری پر سوار ہو سکیں۔ لیکن شبلی نے نادرہ تین دن قبل بندھوا لیا۔ حالانکہ کھانا تین روز قبل کوئی نہیں بندھوا۔ اور وہ اشکالات علیٰ حالہ قائم رہے۔ یہ اشکالات اسی صورت میں رفع ہو سکتے تھے۔ جب کہ صحیح بخاری کی روایت کو میں دھن قبول کیا جاتا لیکن پھر حضرت علیؓ کے لئے کائناتوں کا بستر کیسے تیار ہوا۔ ادا کی یہ فضیلت کیسے ثابت ہوئی۔ حالانکہ نہ فضیلت ہر صحابی کو حاصل ہوتی ہے اور نہ ہر صحابی کو ہر واقعہ میں ذمہ داری گھیننا سکتا ہے۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

کھانے جب آپ کے گھر کا حاضر کر لیا اور رات زیادہ گزرتی تو قدرت نے ان کو بے خبر کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سوتا ہوا چھوڑ کر باہر آئے۔

ہم علامہ شبلی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے کم از کم سرون پر خاک ڈالتے اور پھر ہر ایک کے

سرے خاک جھڑونے کے ٹل لاندہ کو نہیں کیا کیونکہ انہیں بھی اس کے بھل ہونے کا احساس ہو گیا تھا لیکن پتھر کھا کر یہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری میں گھر کے محاصرہ کرنے اور رات کے نکلنے کا کوئی تذکرہ نہیں شبلی آگے لکھتے ہیں۔

کعبہ کو دیکھا اور فرمایا عجم کو تمام دنیا سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔ حیرت ہے کہ شب کی تاریکی میں کعبہ کیسے نظر آیا کیا وہاں بجلی کے قوتے جگمگا رہے تھے شبلی آگے لکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ سے پہلے قرار داد ہو چکی تھی (شبلی کے ذہن کی پیداوار ہے) دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہ غلافی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبداللہؓ جو غریزہ جو ان تھے۔ شب کو غار میں سوتے۔ جگمگانہ ہیرے شہر چلے جاتے اور پتھر لگاتے کہ قریش کیا شہدے کر رہے ہیں۔ چرچہ جڑتی۔ شام کو آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے حضرت ابو بکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لانا۔ اور آپ اور حضرت ابو بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا تھی لیکن اس شام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو حضرت اسماءؓ گھر سے کھانا پاکر غار میں پہنچاتی تھیں۔ اس طرح تین راتیں غار میں گزریں۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو بٹنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علیؓ تھے غلاموں نے آپ کو پکڑ کر اور تھوڑی دیر حرم میں بے جا کر کھا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔

یہ جملہ شبلی نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن جب بقول شبلی عرب زخمائے میں داخل نہ ہوتے تھے تو پھر مکان میں داخل ہوئے بغیر حضرت علیؓ پر کیسے نظر آگئے اگر کہا جاتا کہ حضرت علیؓ جب ضرورت سے باہر نکلے تو ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ تو اسے عقل سلیم قبول کر لیتی۔ لیکن پھر بستر پر سنانے کا عمل بے کار ہو جاتا۔ ہاں طبری کے بیان سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا بلاوجہ بستر کو کانٹوں کا بستر بنایا جا رہا تھا۔ اس سے کہ جس رد عمل کو ثبات کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی وہاں وہ رد عمل کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور چند منٹ حرم میں بٹھانے کے بعد حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا گیا۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ حضرت علیؓ کے لئے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

پھر کہلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آگئے۔ آپؐ پا کر حضرت ابو بکرؓ غرہ ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اب دشمن اس قدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدموں پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔

لَا تَخْزَنَنَّ إِنَّا اللَّهُ مَعَنَا غَمٌّ ذَكَرَ يَقِينًا اللَّهُ بِمَا رَاے سَاتِعًا۔ مشہور ہے کہ جب کفار غار کے قریب آگئے تو اللہ نے حکم دیا۔ دفعہ ہوں کا درخت آگاہ اور اس کی ہڈیوں نے جھل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپایا۔ ساتھی دو کو ترانے۔ اور گھوسٹا بنا کر ڈبے دیتے۔ حرم کے کھتران ہی کو تران کی نسل سے ہیں۔ اس روایت کو مواہب لدینیہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اور زر قافی نے بزاز وغیرہ سے اس کے ماحذہ نقل کیے ہیں۔ لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔ اس روایت کا اصل ماویٰ عوف بن عمرو ہے اس کی نسبت امام فن رجال ہی بن معین کا قول ہے لا شئ عینی یہ ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے۔ اس روایت کا ایک اور ماویٰ ابو مصعب مکی ہے وہ مجہول الحال ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے نیزان الاعتلال میں عوف بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ لہذا خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ سیرت ابنی ص ۱۷۷

اس روایت کے موضوع ہونے میں بھی شبلی نعمانی سے متفق ہیں۔ لیکن کاش وہ روایت کی کسی طرح بھان میں کہتے تو کیا اچھا ہوتا۔ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ تاریخ کے معاملہ میں سب نے چشم پوشی اختیار کی۔ اور کسی نے بھی اسے تنقیدی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ شیعوں نے اسے اپنے مذہبی اور سیاسی مفاد کے لئے استعمال کیا۔ جس کے نتیجے میں ہم سبائی داستانوں کے چھندے میں ایسے چھنے کہ گلے تک اس میں دھتے چلے گئے اور کسی کو احساس بھی نہ ہوا کہ کیا ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہی داستانیں اب ہمارے لئے دین و ایمان بن گئیں۔

اسد صحیح بخاری کی حدیث کی جانب آگے کہ وہ کیا ثابت کر رہی ہے۔ ہم ہجرت کا پورا تفصیلی واقعہ صحیح بخاری سے پیش کئے دیتے ہیں۔ لیکن امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کی زبانی ایک ساتھ دو خبریں کا ذکر کیا ہے۔ ایک حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت حبشہ کا اور دوسری ہجرت مدینہ کا۔ ہم امام المؤمنین کی پوری

حدیث پیش کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حضرت ابو بکرؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہمی تعلقات اور حضرت ابو بکرؓ کے گھرانے کی حیثیت کھل کر سامنے آجائے اور قارئین کو یہ بھی اندازہ ہو جائے کہ ان سبائیوں نے کیا کیا تحفہ پیش کی ہیں۔ اور ابو بکرؓ کے مقام کو گزرنے کے لئے کیا کیا طریقہ اختیار کئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو جس اعلیٰ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس پر کتب تاریخ کی تمام سننات قرآن کی جاسکتی ہیں یعنی امام بخاری بن کثیر، امام ابیث بن سعد، عقیل، امام زہری، عمرو بن الزبیر، ان میں سے ہر راوی جہاں ثقہ اور مسلم امام ہیں۔ وہاں ان میں سے ہر ایک اپنے استاد کی خدمت میں ساہا سال رہا ہے۔ کوئی راہ چلتے سنی سنائی ہوئی گپ نہیں۔ انھیں امام بخاری حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ اور ہجرت حبشہ: ام المؤمنین فاطمہؓ ہیں۔ مجھے جب عقل آئی تو میں نے توہمی دیکھا کہ کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ صبح شام تشریف نہ لاتے۔ جب سلمان ایڑا میں مبتلا کئے گئے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ مکہ سے نکل کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ برک غماد میں پہنچے۔ تو ان کو ابن دغنه ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ کہنے لگا کہ اے ابو بکرؓ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ زمین میں سفر کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنه نے کہا کہ اے ابو بکرؓ تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے۔ نہ نکالا جاسکتا ہے۔ تم انھاروں کے لئے کاتے ہو۔ صلہ رحمی کرتے ہو۔ جو لوگ معاشرہ پر بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ جہان کی خاطر تواضع کرتے ہو۔ حق کے کاموں میں مدد کرتے ہو۔ لہذا میں تم کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس چلو اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ حضرت ابو بکرؓ واپس آگئے۔ ابن دغنه بھی ان کے ساتھ ہی آگیا۔ شام کو ابن دغنه اشرف قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابو بکرؓ جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے، نہ نکالا جاسکتا ہے۔ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو انھاروں کے لئے کاتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ جو لوگ معاشرہ پر بار ہیں ان کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ جہان کی خاطر تواضع کرتا ہے۔ اور حق

کے کاموں میں مدد کرتا ہے۔ قریش نے ابن دغنه کی امان کو مسترد نہیں کیا۔ انہوں نے ابن دغنه سے کہا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر کے اندر کریں۔ اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں۔ لیکن ہمیں اپنی قرأت سے تکلیف نہ دیں۔ بلکہ آواز سے قرأت نہ کریں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہماری اولاد ہنسنے میں مبتلا نہ ہو جائے (یعنی مسلمان نہ ہو جائے) ابن دغنه نے یہ باتیں حضرت ابو بکرؓ سے کہہ دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کچھ عرصہ تک ان شرائط پر قائم رہے۔ اپنے گھر ہی میں عبادت کرتے۔ اپنی نماز میں بلند آواز سے قرأت نہ کرتے۔ اور نہ اپنے گھر کے علاوہ کسی اور مقام پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔

اسلام میں سب سے پہلی مسجد: پھر ایک دن ان کو یہ سوچھی کہ اپنے گھر کے باہر میدان میں مسجد بنالی۔ اس میں نماز پڑھنے لگے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت شروع

کر دی۔ مشرکین کی عورتوں اور بچوں کا ان کے پاس ہجوم ہو جاتا تھا۔ وہ ان کی قرأت کو پسند کرتے۔ اور ان کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ بہت روئے والے آدمی تھے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا۔ مشرکین میں سے اشرف قریش اس بات سے خوف زدہ ہوئے۔ انہوں نے ابن دغنه کو بلوایا۔ ابن دغنه ان کے پاس گیا۔ اشرف قریش نے اس سے کہا کہ تم نے تمہاری امان پر ابو بکرؓ کو پناہ دی تھی۔ اس شرط پر کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔ لیکن انہوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی۔ باہر میدان میں انہوں نے مسجد بنالی۔ اور علی الاطلاق نماز اور قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور بچے ہنسنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ لہذا تم انہیں منع کرو۔ اگر وہ صرف اپنے گھر کے اندر نہ کر اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں تو کریں۔ اور اگر وہ نہ کریں اور علی الاطلاق نماز اور قرآن پڑھنے پر اصرار کریں تو ان سے کہو کہ تمہارا ذمہ نہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ تمہاری امان کی توہین کریں۔ ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ ابو بکرؓ کے اس اعلان کو برقرار نہ رہنے دیں گے۔ ابن دغنه حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس شرط پر تم سے معاہدہ کیا تھا۔ پس اگر تم اس پر قائم رہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میرا ذمہ واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے چاہتا ہوں کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی۔ لیکن میری امان ضائع کر دی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہاتھ میں تمہاری امان واپس کرتا ہوں۔ اور اللہ عزوجل کی امان

سے راضی ہوں۔ صحیح بخاری ص ۵۵۲ تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۱۲

اس سے قبل کہ ہم اس حدیث کا بقیدہ تارخین کے سامنے پیش کریں اس حصہ سے جو امور ثابت ہو رہے ہیں وہ تارخین کے سامنے ترتیب وار پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ اس میں حضرت ابو بکرؓ کی ایک کافر ابن الدغنه کے ذریعہ جو صفات سامنے آتی ہیں۔ ان کا خاکہ کچھ اس طرح ہے۔ جو لوگ معاشرہ پر بار ہیں۔ اُن کا بار برداشت کرنا صلہ رحمی کرنا۔ ناداروں کے لئے کانا نہ صرف اپنی ذات کے لئے۔ ہمدانوں کی خاطر تواضع کرنا اور حق کے کاموں میں مدد کرنا۔ حضرت ابو بکرؓ کی یہ وہ صفات ہیں جن کا دشمن تفرار کر رہے ہیں۔ ایسی صحت میں دنیاوی لحاظ سے ان کا کوئی دشمن نہیں ہو سکتا تھا بلکہ ہر فرد بشر اُن کا زیر بار احسان ہوا۔ یہ وہ صفات اور خوبیاں ہیں جو کسی دوسرے انسان میں قطعاً نہ پائی جاتی تھیں۔

۲۔ اہل مکہ کو ابو بکرؓ سے اصل تکلیف یہ تھی کہ وہ عبادت گھر سے باہر کرتے اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے۔ جس کے باعث مشرکین کی عورتیں اون کے قرآن سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ اور قرآن سے متاثر ہوتے یہی تمام ایذا رسانی کا سبب تھا اور زمان کے وقت انہوں نے یہی شرط لگا لی تھی کہ ابو بکرؓ گھر میں نماز پڑھیں۔ اور بلند آواز سے قرائت نہ کریں۔

۳۔ وقتی طور پر ابو بکرؓ نے اس شرط کو قبول کیا۔ لیکن زیادہ دن تک دلی سے تسلیم نہ کر سکا۔ اور پھر ابو بکرؓ نے اپنے گھر کے بار میدان میں مسجد بنالی۔ اور بلند آواز سے قرائت شروع کر دی۔ اور پھر اسی طرح عورتوں اور بچوں کا مجمع جمع ہونے لگا۔ نتیجہ ابو بکرؓ نے اس امای کو ختم کیا۔ اور اللہ کے جھروسہ پر اس تبلیغ کو جاری رکھا۔ یہ وہ امور ہیں کہ جن میں مکی زندگی میں کوئی ابو بکرؓ کا ثانی نظر نہیں آتا۔

۴۔ ابن الدغنه جس کا نام حارث بن مالک تھا اور قبیلہ قارہ کا سردار تھا اس کا تعلق قبیلہ قریش سے نہ تھا بلکہ یہ قبیلہ خزیمہ بن مدرکہ بن انیاس بن مضر کی اولاد میں سے تھا اور مکہ کے قریب وجہا میں آباد تھا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے احسانات صرف قبیلہ قریش تک محدود نہ تھے۔ بلکہ اس کے فضیلت مکہ سے باہر بھی پھیلے ہوئے تھے۔

۵۔ ابو بکرؓ نے مجبور ہو کر حبش کی جانب ہجرت کی تھی جو ابن الدغنه نے ختم کر لی تمام مؤرخین اور تمام اہل

اور محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال ہوئی۔ اور ام المؤمنین عائشہؓ یہ تمام واقعات انھوں نے دیکھا بیان کر رہی ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر کر رہی ہیں کہ میں اس وقت صاحب عقل تھی اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ام المؤمنین کی عمر خصی کے وقت نو سال تھی تو اس لحاظ سے تو یہ واقعہ ان کی پیدائش سے قبل کا ہونا چاہیے۔ حالانکہ ام المؤمنین اپنا شادی میلان کر رہی ہیں۔ اور یہ بھی بیان کر رہی ہیں کہ میں اس وقت صاحب عقل تھی۔ لازماً یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہجرت حبشہ کے وقت ان کی عمر دس بارہ سال کی ضرور تھی۔ وہ کم سن بچی نہ تھیں۔ اس لئے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ خصی کے وقت ام المؤمنین کی عمر نو سال نہیں بلکہ انیس سال تھی۔

۶۔ ام المؤمنین کا بیان ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا۔ میں نے اپنے والدین کو دین اسلام پر بلایا تھا۔

۷۔ حضور کا ہجرت حبشہ سے قبل ہی سے یہ معمول تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔ یہ آمدورفت اس لئے نہیں تھی کہ ام المؤمنین سے آپ کا ازدواجی رشتہ تھا۔ بلکہ یہ آمدورفت حضرت ابو بکرؓ کی دوستی اور ان کی اسلام کی قربانی کے باعث تھی۔ حضور کا صبح وشام ابو بکرؓ کے گھر جانا ایک ایسا معمول تھا جس کے خلاف کبھی نہ ہوا تھا۔

۸۔ اسلام میں سب سے اول مسجد کی بنیاد حضرت ابو بکرؓ صدیق نے رکھی۔

۹۔ ابو بکرؓ کی تبلیغ ہی کا اثر تھا کہ مکی زندگی میں جتنے افراد ایمان لائے۔ ان میں سے بیشتر افراد نے ابو بکرؓ کی تبلیغ سے ایمان قبول کیا۔

اب اس حدیث کا اگلا حصہ ملاحظہ کیجئے۔

پھر ہجرت مدینہ کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا۔ مجھے ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی سرزمین ہے جس میں مجھ پر ہیں اس کے دو طرف دو پتھر ٹیلے میدان میں۔ نتیجہ بہت سے مسلمان مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ اور جنہوں نے حبشہ ہجرت کی تھی۔ ان میں سے بہت سے افراد مدینہ ہجرت کر گئے۔ ابو بکرؓ نے بھی مدینہ جانے کی تیاریاں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ارشاد فرمایا۔ تم ابھی مشہور نہ ہو کہ مجھے ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ قربان کیا آپ کو بھی غنیمت اجازت ملنے کی امید ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پس ابو بکرؓ حضورؐ کی رفاقت کی خاطر رک گئے۔ ابو بکرؓ نے پاس دو انیشیاں تھیں جنہیں وہ چار ماہ تک میری کے پتے کھلاتے رہے۔ تاریخ الاسلام والسلیب ۱۵۱۔ بخاری ۵۵۳ ج ۱

یعنی ہجرت کے تھے آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس کے بعد آپ چار ماہ تک مکہ میں مقیم رہے۔ ابو بکرؓ کو بھی روکے رکھا۔ ابو بکرؓ نے اس کام کے لئے اونٹنیوں کو خوب کھانا شروع کر دیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک روز ہم سب گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عین دوپہر کا وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ گھر کے کسی فرد نے دور سے دیکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک پر کڑا پیٹھے ہوئے تشریف لارہے ہیں۔ کہ اس سے پہلے اس وقت کبھی تشریف نہ لائے تھے حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ کی قسم آپ اس وقت (غلاف معمول) جو تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی اہم کام ہے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی۔ آپ کو اجازت دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے آئے۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا۔ یہاں جو لوگ موجود ہیں انہیں باہر کر دو، حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ تو آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں۔ عائشہ اور سلمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہاں سے جانے کا حکم مل گیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی اپنی رفاقت میں لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر ابو بکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ان دونوں اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے۔ ان کو سفر ہی کے لئے تیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا قیامتاً توں گا۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ ہم نے جلدی جلدی سامان سفر تیار کیا۔ کچھ کھانا چڑھے کے ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ حضرت اسماءؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا میرے پاس تھیلہ باندھنے کے لئے سوائے میرے ازربند کے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس کے دو ٹکڑے کر لو حضرت اسماءؓ نے اپنے انار بند کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے شیکرہ اور تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اور دوسرے ٹکڑے سے اپنے انار بند کو باڑھ

لیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین (دو کمر بند والی) ہو گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اپنی سواریوں پر روانہ ہو گئے اور غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔

ان الفاظ کو غور سے پڑھیے اور پوری حدیث پر نظر ڈالئے تو یہ بات واضح طور پر صاف نظر آرہی ہے کہ ہجرت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول دوپہر کے وقت ابو بکرؓ کے گھر گئے۔ اسی وقت سامان سفر تیار ہوا۔ اور اسی وقت ان دونوں حضرات نے ہجرت کی۔ اور غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔

یہ الفاظ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ ہجرت کی ابتدا حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے ہوئی حضورؐ نے ہجرت اپنے گھر سے نہیں فرمائی۔ عین دوپہر کے وقت ہوئی۔ رات کے وقت نہیں ہوئی۔ اور اس راز میں ابو بکرؓ کے گھرانے کے علاوہ کوئی اور فرد شریک نہیں تھا۔ بخاری کے عربی الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے۔

ثم لحق رسول الله صلى الله عليه وسلم
وابو بكر بغار ثور۔ بخاری ۵۵۳ ج ۱
جبل ثور کے غار میں پہنچ گئے،

بخاری کے حنفی مولانا احمد علی سہارنپوری نے قسطلانی کے حوالے سے واقعہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضورؐ اور ابو بکرؓ مکان کی پچھلی جانب جو کھڑکی تھی اس سے خاموشی سے نکل کر اپنی اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ حدیث سے چند امور خود بخود ثابت ہو گئے۔

۱۔ ہجرت ابو بکرؓ کے گھر سے ہوئی۔ لہذا حضرت علیؓ کو بستر پر ڈالنے اور قتل کے خوف کی کہانی سب بے سرواڑا مسئلہ ہے۔ کیونکہ یہ ہجرت عین دوپہر کے وقت ہوئی ہے نہ کہ رات کے وقت۔ بلکہ ہوا یہ ہے کہ اگر ہر حضورؐ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فوراً آپ ابو بکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ہجرت فرمائی۔ کئی روز قبل سے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہوئی تھی۔

۲۔ یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ حضورؐ ابو بکرؓ کے گھر دو دو تھ تشریف لے گئے۔ ایک بار دن اور ایک بار شب میں۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ ابو بکرؓ کے گھر دو تین روز قبل گئے تھے۔ اور اسی وقت زارہ راہ لے آئے تھے۔ بخاری کے الفاظ کھل کر اس کی تردید کر رہے ہیں۔

۲۔ شبلی کا یہ دعویٰ کہ سائر نے زوراہ تیار کیا۔ کیونکہ ام المومنین کم سن تھیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ ام المومنین فرما رہی ہیں۔ ہم نے جلدی سے سامان سفر تیار کیا۔ گویا اس تیاری میں ام المومنین بھی برابر کی شریک تھیں۔

۳۔ ہمارے مؤرخین کا اصل مرض یہی ہے کہ وہ ابن اسحاق، واقدی، طبری، مسلمۃ الابریش وغیرہ جیسے لوگوں کے مقابلے میں حدیث صحیح تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اردو زبان میں کہیں کہیں شبلی نے اس طریقہ کار کو تبدیل کیا۔ اور سید سلیمان ندوی رحمہ نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا لیکن ان کے علاوہ دیگر مصنفین نے وہی اپنی پرانی ڈگر قائم رکھی۔ بلکہ بعض حضرات نے تو ان تلخی داستانوں کے باعث احادیث کا مذاق اڑایا اور منکرین حدیث نے تو اسے اپنا دھند بنا لیا ہے۔ اب حضرت عائشہ کی بقیہ حدیث ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر عتیقین رات اسی غار میں رہے۔ عبداللہ بن ابی بکر عتیق رات غار میں ہی گزارتے تھے۔ اور وہ اس زمانہ میں ایک کچھ داراؤں میں نوجوان تھے۔ صبح کے وقت وہاں سے چلے جاتے تھے اور مکہ میں قریش کے ساتھ اس طرح میچ کرتے تھے۔ گویا رات کو بھی وہیں رہے ہوں پس جو بات ان دونوں کے خلاف وہ مکہ میں سنتے تھے، اس کو محفوظ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو جانے کے بعد غار میں اگر وہ یہ باتیں ان دونوں کو پہنچا کر سکتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے غلام حضرت عمار بن فہرہ غار کے قریب کمریاں چرا کر لے تھے۔ جب کچھ رات گزر جاتی تو وہ ان کمریوں کو ان دونوں کے پاس لے جاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ رات کو ان ہی کمریوں کا دودھ پنی لیا کرتے تھے۔ صبح کو اندھیرے ہی میں عمارؓ کمریوں کو ہانک کر لے جایا کرتے تھے۔ تینوں مائوں میں انہیں نے ایسا ہی کیا۔ ان کی اس بات سے کوئی دوسرا حیرا ہوا واقف نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے قبیلہ بنی دہل میں سے ایک شخص کو اپنی اجرت پر ملازم رکھ لیا تھا۔ یہ شخص بنو عبد بن عدی کے گھرانے کا ایک فرو تھا۔ اور اس نے بتائے میں ڈراما ہر تھا۔ یہ شخص عاص بن وائلؓ بھی کا حلیف تھا اور عاصیؓ تک کفار قریش کے دین پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے اسے اپنا اسیر بنالیا (غار ثور) کچھ دنوں اوشیاں اس کے حوالہ کر دیں۔ اور اس سے تین رات بعد بوقت

صبح اوشیاں لانے کا وعدہ لے لیا۔ تیسرے روز یہ دونوں حضرات اودان کے ساتھ حضرت عاصیؓ بن فہرہ اور بنو سہیلے اور ساحل کا رخ اختیار کیا۔

یہاں درمیان میں امام زہریؒ مکہ کے حالات نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حالات انہوں نے عروہ سے نہیں سنے تھے۔ اور نہ ان حالات کا حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ذکر تھا۔ اس لئے ان واقعات کو امام زہریؒ دوسرے حضرات سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مجھے عبدالرحمان بن مالک بن ابی الجہنی نے جو سراقہ بن مالک کے بھتیجے تھے بتایا ہے کہ **تعاقب:** انہوں نے اپنے والد سے سنا۔ اور انہوں نے اپنے بھائی سراقہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے۔ اور بولے کہ یا تو ان دونوں کو قید کر کے لاؤ۔ اور اگر ان میں کوئی قتل ہو جائے گا تو کسی دیت ہمارے ذمہ ہوگی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کو گرفتار کر کے لانے کا یا قتل کر دینے کی صورت میں ہر ایک کے عوض سوا دھنٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ سراقہؓ اس وقت اپنی قوم بنو مدعی کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں ان قاصدوں میں سے ایک شخص آیا۔ اور اس مجلس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے کہا اے سراقہؓ بے شک میں نے ابھی چند لوگوں کو ساحل پر دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ محمدؐ اور ان کے ساتھی ہیں۔ سراقہؓ کہتے ہیں کہ میں سمجھ تو گیا کہ یہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے اس سے کہہ دیا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ بلکہ تم نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہوگا۔ وہ ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔

پھر سراقہؓ کچھ دیر اپنی مجلس میں بیٹھے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ گھوڑے لے کر باہر جائے۔ اور ٹیلے کے پیچھے اسے لے کر کھڑی ہو جائے۔ پھر سراقہؓ نے اپنا نیزہ لیا۔ اور گھر کی چھت پر چڑھے۔ نیزے کی نوک زمین پر ٹکائی۔ اور اس کا اوپر کا حصہ جھکا یا اور نیچے اتر گئے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کے پاس پہنچے۔ اس پر سوار ہو کر اسے خوب تیز دوڑایا۔ تاکہ وہ جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں۔ تھوڑی دیر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ قریب پہنچے ہی تھے کہ ان کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ اس

پر سے گر پڑے۔ پھر اٹھے اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اس میں سے تیر نکالے اور ان سے قال نکالی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو نقصان پہنچائیں یا نہیں۔ قال میں دو بات نکلی جس کو انہوں نے پسند نہیں کیا۔ وہ پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور قال کی پڑھ نہ کی اب ان کا گھوڑا، ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آقا قریب پہنچ گیا۔ کان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت سنائی دینے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر کثرت سے ادھر ادھر دیکھتے جا رہے تھے۔ اتنے میں ان کو سراقہ نظر آئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ سوار ہمارے قریب آ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وہ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر دیکھا۔ اور دعا کی کہ اے اللہ اسے گرا دے۔ فوراً سراقہ کے گھوڑے کے لگے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور سراقہ اس پر سے پھر گر پڑے۔ سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ میرے لئے دعا فرمائیں، میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے انہیں غلط ملی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑے کو چاٹا تو بڑی مشکل سے اس کے پاؤں باہر نکلے۔ جب گھوڑا سیدھا کھڑا ہوا تو اس کی وجہ سے بہت سا غبار دھوئیں کے شل آسمان تک بلند ہو گیا۔ گھوڑا نہ ہنسنے لگا۔ سراقہ نے پھرتیوں سے قال نکالی۔ پھر وہی چیز نکلی جس کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ لہذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو امان کے ساتھ پکارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ٹھہر گئے۔ سراقہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گئے۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ تک پہنچنے میں جو وقت پیش آئی تو میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام (یعنی دین) غالب ہو کر رہے گا۔ سراقہ نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے لئے انعام مقرر کیا ہے۔ اور وہ آپ کے ساتھ ایسا کیا چاہتے ہیں۔

پھر سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زاد راہ اور کچھ سامان پیش کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ اور نہ خود ہی کچھ طلب کیا۔ سراقہ نے عرض کیا کہ آپ جو پسند کریں مجھے حکم دیں میں تعمیل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ابھی سہیں ٹھہرو۔ اور کسی کو ہم تک نہ آنے دو، ہمارے حال کو کسی پر ظاہر نہ کرو۔ سراقہ نے عرض کیا۔ میرے لئے ایک پردہ امن لکھ دیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر بن نضیر کو حکم دیا۔ انہوں نے چڑھے کے ایک ٹکڑے پر تحریر اس لکھ دی۔

غرض یہ کہ سراقہ جو دن کے اول حصہ میں دشمن تھے آخر حصہ میں دوست بن گئے۔ جو شخص بھی انہیں ملتا اس سے کہتے کہ میں تمہارے لئے کالی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر نہیں ہیں۔ اس طرح وہ تمام تلاش کرنے والوں کو واپس کرتے رہے۔

یہاں تک کے واقعات سے جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور کو قتل کے منصوبے کا علم سراقہ کی زبانی ہوا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ پہلے سے قتل کا کوئی منصوبہ نہ تھا۔ بلکہ جب آپ نے مکہ چھوڑ دیا۔ تو اب آپ کے بارے میں دو فیصلے کئے گئے۔ قتل یا گرفتاری۔

۲۔ یہ فیصلے صرف حضور کی ذات کے لئے نہ تھے۔ بلکہ حضور اور حضرت ابوبکر دونوں کے لئے تھے۔ گویا یہ دونوں حضرات لازم و ملزوم تھے۔ ان دونوں کے علاوہ کسی کے قتل یا گرفتاری کا کوئی فیصلہ نہ تھا جو کسی کے لئے خطرہ کا باعث ہوتا۔

۳۔ یہ تمام سفر اور اس کی تیاری سب کی سب ابوبکرؓ اور ان کے گھرانہ کی مرہون منت تھی۔ اور اس فیصلیت میں ابوبکرؓ اور ان کے گھرانہ کے علاوہ کوئی دوسرا فرد ہرگز شریک نہ تھا۔ بسا اسی خوبی کو برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے واقعہ کی نوعیت تبدیل کر دی۔

۴۔ بخاری کی اس روایت میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی سند میں ایک بھی عجمی نہیں ہے۔

۵۔ یہ پہلا اس نامہ تھا جو حضرت ابو بکرؓ کے غلام حضرت عائشہؓ نے تحریر کیا۔

اب امام زہریؒ حضرت عائشہؓ کی اصل روایت کی جانب لوٹتے ہیں اور آگے کی تفصیل میں

بیان فرماتے ہیں :-

کہ مجھ سے عروہ بن الزبیر نے بیان کیا ہے کہ اٹھارے ماہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زبیرؓ مع چند مسلم تاجروں کے ملک شام سے آتے ہوئے ملے۔ عروہ ان ہی حضرت زبیرؓ کے صاحبزائے ہیں۔ اور زبیرؓ حضورؐ کے چھوٹی زاد بھائی اور ابو بکرؓ کے داماد ہیں۔ ان کے نکاح میں حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ ہیں۔ اس رشتہ سے ابو بکرؓ عروہ کے نانا اور ام المومنینؓ خالہ ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو پہننے کے لئے سفید کپڑے پیش کئے۔ (ان دونوں حضرات نے وہ کپڑے پہن لئے)

مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو جب مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر ملی تو وہ ہر روز صبح کو مقام حرقہ استقبال کے لئے آتے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں دو پہر کی گرمی واپس کیا کرتی تھی۔

ایک روز وہ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد جب لوٹ کر گھر واپس پہنچے تو ایک یہودی مدینہ آمد۔ مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر کام کے لئے چڑھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید لباس میں ملبوس مدینہ منورہ کی طرف آتے دیکھا۔ ان کی سفیدی اور چمک دمک کی وجہ سے سراب غائب ہو گیا تھا۔ وہ یہودی بے ساختہ چیخنے لگا کہ اے گروہ عرب تمہارا مقصود آپہنچا جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ یہ سننے ہی تمام مومنین تبھارے کر دوڑ پڑے۔ اور مقام حرہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف مڑ گئے۔ یہاں تک کہ پچھتے پچھتے آپ مدینہ کی ایک مرتفع بستی یعنی بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جا اترے۔ وہ ربیع الاول کا ہفتہ اور دو شنبہ کا دن تھا۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں سے ملاقات کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آتے تھے۔ اور ان کو اللہ کا رسول سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردھوپ آگئی۔ تو ابو بکرؓ نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر آپ کے اوپر اپنی چادر سے سایہ کر لیا۔ اب لوگوں نے سمجھا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا۔ آپ نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جس کی بنیاد تقوے پر ہے (یعنی مسجد قبا) اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ایک دن آپ نے انصار مدینہ کو بلوایا۔ انصار حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا۔ اور درخواست کی کہ آپ دونوں اطمینان کے ساتھ مدینہ چلے۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔ اور مدینہ منورہ کی طرف چلے۔ لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے۔ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو ہتھیاروں سے گھیر رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ہر طرف یہی چرچا تھا کہ اللہ کے نبی آ رہے ہیں۔ لوگ بلندیوں پر چڑھ کر نظارہ کر رہے تھے۔ بہت سے مرد و عورت گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ لڑکے اور عادم راستوں میں پھیل گئے۔ وہ پکار پکار کر آپ کو مخاطب کر رہے۔ یا محمد یا رسول اللہ۔ یا محمد یا رسول اللہ۔ لوگ بار بار کہہ رہے تھے کہ اللہ کے نبی آ گئے۔ اللہ کے نبی آ گئے۔ اہل مدینہ ایسے خوش تھے کہ اس سے پہلے ایسے خوش کبھی نہ ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے سلسلہ میں باہم جھگڑ رہے تھے۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ میرے یہاں قیام فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبدالمطلب کی نخیال یعنی بنو نجار کے یہاں قیام کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اونٹنی اس جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ جہاں بعد میں مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ یہی ہماری منزل ہے۔ الغرض آپ اپنی نخیال میں حضرت ابو ایوبؓ کے ایک مکان کی جانب اُتر گئے۔ اور ان کے گھر والوں سے باتیں کرتے رہے۔ تاریخ الاسلام والمسلمین از ۱۳۵۱ تا ۱۳۵۲ ج ۱ ص ۵۵۵ تا ۵۵۶ ہم نے پورا تفصیلی واقعہ اس لئے پیش کیا ہے کہ اول تو تاریخین کے سامنے، ہجرت رسول کا

صحیح واقعہ آجائے۔ اور تاریخین کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہجرت کے تمام واقعہ میں از ابتدا تا انتہا کوئی کردار ایسا نہیں جس کا تعلق حضرت ابوبکرؓ کی ذات سے نہ ہو۔ رفیق سفرؓ ابوبکرؓ ہیں۔ ثورات کو غار میں ساتھ سونے والے ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہؓ ہیں۔ بکریوں کا دودھ پلانے والے راہ کے ہم سفر اور پہلا پروانہ امن لکھنے والے عامر بن فہیرہؓ ہیں جو ابوبکرؓ کے غلام ہیں۔ سامان اور زادہ تیار کرنے والیاں ابوبکرؓ کی بیٹیاں عاتقہؓ اور اسماءؓ ہیں۔ راہ میں کپڑے پیش کرنے والے زبیرؓ ہیں جو ابوبکرؓ کے داماد ہیں۔ دشواری ہوتے ہیں تو ابوبکرؓ سے ہجرت فرماتے ہیں تو ابوبکرؓ کے گھر سے اور سواری استعمال کرتے ہیں تو ابوبکرؓ کی۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر اس دنیا میں کسی پر کلی اعتماد تھا تو وہ صرف ابوبکرؓ کی ذات تھی۔ یا ان کے گھر کے افراد تھے۔

یہی تو وہ خوبیاں ہیں جنہیں سبائی اور محوسی ذہن برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو ان دشمنان اسلام کے نزدیک سب سے اول غاصب ہیں اس لئے اس طبقہ نے ابوبکرؓ کی اس فصیلت پر ٹھاکہ ڈالنے کے لئے منصوبہ قتل اور بستر کی کہانی وضع کی۔ تاکہ وہ تاثر جو ہجرت کے واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ کالعدم ہو کر رہ جائے۔ اور اتفاق سے سبائیوں کو اس منصوبہ کو پھیلانے کے لئے سینوں میں ایجنٹ بھی مل گئے۔ بلکہ اب ان ایجنٹوں نے ایک نیا موب دھاڑ لیا ہے کہ تاریخی حقائق کے نام سے احادیث صحیحہ کا روکا جائے۔ ان نام نہاد سنہوں کے نزدیک کتب احادیث تو ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ ان میں ضعیف روایات پائی جاتی ہیں لیکن تاریخ جو تمام تر مسودیت اور شیعیت کا چربہ ہے۔ وہ ایک یقینی شے ہے۔ حالانکہ احادیث کی تحقیق اور محنت کے لئے متعدد فنون وجود میں آئے۔ لیکن آج تک تاریخ کی تحقیق و تنقید کے لئے کوئی فن تو کجا ایک اصول بھی وضع نہیں ہوا۔ اور جب ہم محدثین کے وضع کردہ اصول کے مطابق تاریخی واقعات کی تحقیق کرتے ہیں تو شیعوں کا یہ ایجنٹ طبقہ جھلا اٹھتا ہے کہ ہمارے ہاتھ سے تاریخ گئی اور مودودی صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر ان راویوں کی روایتیں ہم ترک کر دیں گے تو ہمارے پاس تاریخ میں کیا بچے گا۔ بلکہ ہمیں تحقیق کی کوئی بھروسہ نہیں۔ مورخ طبری، مورخ ابن اسحاق اور مورخ واقدی نے ایک مورخ ہونے کے

ناتے خود ہی تحقیق کر لی ہوگی۔ ان مورخین کی تحقیق کا حال بھی قارئین نے دیکھ لیا۔ بلکہ ان کے چہرے ہرے بھی دیکھ لئے ہیں۔ یہ تو ہم نے قارئین کے سامنے حیدہ حیدہ واقعات پیش کئے ہیں۔ ورنہ یہ تو تمام خانہ سیاہ ہی سیاہ ہے۔ کاش کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہو کہ جو کم از کم سیرت رسولؐ کی صحیح طور پر پیش کر دے۔ ورنہ ایک مشہور محدث حافظ عراقی تو بے تاب ہو کر کہہ اٹھے تھے۔

لعلہم الطالب ان السیرا ماصح وماقدانکرا

طالب علم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سیرت میں صحیح اور منکر بہرہ قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور اسی لئے سید سلیمان ندوی یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ آج تک سیرت رسولؐ پر کسی زبان میں ایک بھی صحیح کتاب نہیں لکھی گئی۔